سوال

کیامیں درج ذیل اسباب کی بنا پر والد کانافرمان بنوں گا : 1 میرے والد صاحب (رحمہ اللہ) میری شادی کرنا چاہتے تھے اور میں انکار کرتا رہا کیونکہ میں اپنی یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کرنا چاہتا تھا 2 میں نے جو مال اکٹھا کیا تھا وہ صرف عقد نکاح کےلیے کافی تھا یہ علم میں رہے میں ملازم بھی ہوں 3 پھر میں تعلیم مکمل کرنے کےلیے سفر بھی نہیں کرسکتا تھا ، اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ کوئی چھوٹا سا کام کرتا ہوں جس سے نفع ہو اور میں اس سے حج کرلوں ، اس طرح میں نے زمین کا ایک ٹکڑا والد کے ساتھ مل کر خرید لیا ، جس کی قیمت حج کےلیے بھی کافی نہ تھی ، ہماری نیت تھی کہ جس گھر میں ہم رہ رہے ہیں اسے بدل لیں ، کیونکہ پڑوسی اچھے نہ تھے اور اذیت دیتے تھے ، اللہ انہیں ہدایت دے 5 والد صاحب اس رقم سے مجھے حج کرنے سے منع کرتے اور کہتے کہ یہ مال ان کا ہے اور میری ملکیت نہیں 6 کوشش کے باوجود بھی کوئی فائدہ نہ ہوا تو میں نے کہا میں شادی سے قبل حج کرونگا ، اور والد صاحب کہنے لگے پہلے شادی کرو 7 اب رمضان المبارک میں وہ فوت ہوگئے ہیں اور ان کی موت کے بعد مجھ سے گھر والے مطالبہ کررہے ہیں کہ والد کا ارادہ پورا کیا جائے ، اور میں انہیں کہتا ہوں کہ پہلے حج کرونگا اب وہ زمین اتنی رقم دے رہی ہے کہ اس سے حج ہوسکتا ہے ، اور ہم نے قرض بھی ادا کردیا ہے (والد کی موت سے قبل زمین کی قیمت سے قرض ادا کرچکے ہیں) .

جواب

الحمد للہ

اول :

علماء کرام کے صحیح قول کے مطابق حج فورا فرض ہے جیسا کہ اس کی تفصیل سوال نمبر (41702) کے جواب میں بیان ہوچکی ہے

اور اگر اتنا مال ہو کہ یا تو وہ حج کےلیے کافی ہے یا پھر اس سے شادی ہوسکتی ہے ، تو پھر اگر وہ شادی کا ضرورتمند ہے اور حرام میں پڑنے کا خدشہ ہو تو شادی کو حج پر مقدم کیا جائیگا ، اور اگر شادی کی ضرورت نہیں تو پھر حج مقدم کیا جائیگا

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں :

" جب نکاح کی ضرورت ہو اور اسے اپنے آپ کو مشقت میں پڑنے کا خدشہ ہو تو پھر شادی کو مقدم کیا جائیگا ، کیونکہ یہ اس پر واجب ہے ، اور اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ، اور یہ اس کے نفقہ کی طرح ہے ، اور اگر خدشہ نہ ہو تو حج کو مقدم کیا جائیگا ؛ کیونکہ نکاح نفل ہے ، اس لیے نفل کو فرضی حج پر مقدم نہیں کیا جائیگا " انتہی

دیکھیں : المغنی (12/5).

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال دریافت کیا گیا :

کیا استطاعت رکھنے والے کےلیے حج کو شادی کے بعد تک مؤخر کرنا جائز ہے ، کیونکہ اس دور میں نوجوان فتنہ و فساد کا شکار ہے چاہے وہ بڑا فتنہ ہو چھوٹا ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا :

" بلاشک و شبہ ضرورت اور شہوت کی صورت میں شادی حج سے اولی ہے ، کیونکہ جب انسان میں شدید قسم کی شہوت ہو تو پھر اس کےلیے شادی کرنا اس کی ضروریات زندگی میں شامل

ہوتی ہے، اور وہ اس حالت میں کھانے پینے کی طرح ہی ہے اس لیے جسے شادی کی ضرورت ہو اور اس کے پاس شادی کے لیے مال نہ ہو تو اسے زکاۃ دینی جائز ہے تاکہ وہ اس سے شادی کر سکے، جس طرح کسی فقیر کو زکاۃ دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنی ضروریات زندگی کھانا اور لباس وغیرہ زکاۃ کے مال سے خرید سکے

اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ: اگر تو وہ نکاح کا محتاج اور ضرورتمند ہے تو پھر وہ حج پر شادی کو مقدم کرے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی نے حج فرض ہونے میں استطاعت کی شرط رکھی ہے

فرمان باری تعالی ہے:

"اور لوگوں پر اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتا ہے "آل عمران (97).

لیکن اگر وہ ایسا نوجوان ہے جس کے لیے اہم نہیں کہ وہ اس سال شادی کرے یا بعد میں تو اس کے لیے حج کو مقدم کرنا ہوگا کیونکہ یہاں نکاح کو مقدم کرنے کی ضرورت نہیں ہے" انتہی

دیکھیں: فتاوی منار الاسلام (375/2).

اس بنا پر اگر آپ شادی کو مؤخر کرنے میں اپنے لیے کوئی خدشہ اور خطرہ محسوس نہیں کرتے تو پھر آپ پہلے حج کریں اللہ آپ کو نعم البدل عطا فرمائیگا؛ کیونکہ فریضہ حج دین اسلام کے عظیم فرائض میں شامل ہوتا ہے

آپ کو اس مسئلہ میں اپنے والد کی مراد پوری کرنی ضروری نہیں، نہ تو اس کی زندگی میں اور نہ ہی موت کے بعد کیونکہ ایسا کرنا بغیر کسی ضرورت کے حج میں تاخیر کا باعث بنے گا

دوم:

آپ کو چاہیے تھا کہ آپ اپنے والد کو راضی کرتے اور تعلیم مکمل کرنے کی بجائے شادی کر لیتے، امام احمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جب والدین میں سے کوئی ایک بھی حکم دے تو نکاح کرنا واجب ہے

مرداوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"کیا والدین یا ان میں سے کسی ایک کے حکم سے واجب ہے (یعنی شادی کرنا)؟

امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر اس کے والدین اسے شادی کرنے کا حکم دیں: تو میں اسے شادی کرنے کا حکم دوں، یا پھر وہ نوجوان ہو اور اسے اپنے آپ کو مشقت میں پڑنے کا خدشہ ہو تو میں اسے شادی کرنے کا حکم دوں"

تو انہوں نے والدین کے حکم کو نفس مشقت پڑنے کے برابر قرار دیا ہے" انتہی

دیکھیں: الانصاف (14/8).

سوم:

اس میں کوئی حرج نہیں کہ باپ اپنے بیٹے کے مال سے حج کرے، بلکہ حرج اس میں ہے کہ وہ بالکل کسی دوسرے کے مال سے حج کرے، لیکن اگر حج کے اخراجات نہ ہونے کی بنا پر اگر کوئی شخص حج نہ کرے تو کیا کسی دوسرے کے اخراجات کرنے کی بنا پر وہ اس پر قادر ہوگا یا نہیں، اور کیا اس کو حج کی ادائیگی کے لیے یہ مال قبول کرنا لازم ہوگا؟

اس میں علماء کا اختلاف ہے:

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں :

کسی دوسرے کے مال خرچ کرنے سے اس پر حج لازم نہیں ہوگا، اور نہ ہی وہ اس سے استطاعت والا بن جائیگا، چاہے وہ مال دینے والا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار ہو یا کوئی اجنبی، اور چاہے وہ اسے سواری اور زاد راہ دے یا اسے مال دے

امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے : اگر اس کا بیٹا اسے مال دے جس سے وہ حج کر سکتا ہے تو اس پر حج کرنا لازم ہے؛ کیونکہ اس کے لیے حج کی ادائیگی بغیر کسی مشقت اور ضرر کے ممکن ہوئی ہے، اس لیے اسے حج کرنا لازم آئیگا، بالکل اسی طرح کہ اگر زاد راہ اور سواری میسر ہو تو حج کی ادائیگی لازم ہوتی ہے

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"زاد راہ اور سواری "حج واجب کرتی ہے

اس میں اس کی ملیکت کی تعیین ہے، یا پھر اس کی ملکیت جس سے یہ حاصل ہو جائے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر خرچ کرنے والا کوئی اجنبی ہو، اور اس لیے کہ وہ زاد راہ اور سواری کا مالک نہیں اور نہ ہی اس کی قیمت کا مالک ہے، تو اس لیے اس پر حج واجب نہیں ہوگا، بالکل ایسے ہی جیسے اگر اس کا بیٹا اپنے والد کو اخراجات دے

ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس کو مشقت و احسان لازم نہیں آتا، اور اگر ہم اسے تسلیم کر لیں تو پھر والدہ کے خرچ کرنے سے باطل ہو جائیگا، اور خرچ کرنا اس شخص پر احسان ہے جس کے لیے خرچ کیا جا رہا ہے " انتہی

دیکھیں : المغنی (87/3).

جواب کا ما حاصل یہ ہوا کہ :

آپ کو حج کی ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے جب آپ اپنے آپ کو حرام میں پڑنے کا کوئی خدشہ نہ ہو، اور شادی میں تاخیر کر دیں، لیکن اگر حرام میں پڑنے کے خدشہ کی صورت میں شادی مقدم کریں، اور آپ پہلے شادی کرنے کے معاملہ میں آپ نے جو اپنے والد کی نافرمانی کی ہے اس پر توبہ و استغفار کریں

اللہ سے دعا ہے وہ آپ کو توفیق فرمائے اور صحیح راہنمائی کرے

واللہ اعلم.